

## کاوشِ تبلیغ

یہ معلوم ہے کہ مکہ دین عرب کا مرکز تھا، یہاں کچھ کے خفیہ دعوت کے تین سال پاہان بھی تھے اور ان بتوں کے لگبھائیں پورا عرب تقدیس کی نظر سے دیکھتا تھا، اس لیے کسی دور افتادہ مقام کی بنیت مکہ میں مقصد اصلاح تک رسائی ذرا زیادہ دشوار تھی۔ یہاں ایسی عزیمت درکار تھی جسے مصائب و محنات کے جنکے پتی جگہ سے نہ ہلا سکیں۔ اس کیفیت کے پیش نظر حکمت کا تقاضا تھا کہ پہلے پول دعوت و تبلیغ کا کام پس پرداہ انجام دیا جائے تاکہ اہل مکہ کے سامنے اپاٹنک ایک بیجان خیز صورت حال نہ آجائے۔

**اویں راہروانِ اسلام** یہ بالکل فطری ہات تھی کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے ان لوگوں پر اسلام پیش کرتے جن سے آپ کا سب سے گھبرا ربط و تعلق تھا، یعنی اپنے گھر کے لوگوں اور دوستوں پر چنانچہ آپ نے سب سے پہلے انہیں کو دعوت دی۔ اس طرح آپ نے ابتداء میں اپنی جان پہچان کے ان لوگوں کو حق کی طرف بلایا جن کے چہروں پر آپ بھلانی کے آثار دیکھ کر تھے اور یہ جان پکے تھے کہ وہ حق اور خیر کو پیدا کرتے ہیں، آپ کے صدق و صلاح سے واقع ہیں۔ پھر آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی ان میں سے ایک ایسی جماعت نے جسے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی عظمت، جلالتِ نفس اور سچائی پر شبه نگذرا تھا، آپ کی دعوت قبول کر لی۔ یہ اسلامی تاریخ میں سابقین اویں کے وصف سے مشہور ہیں۔ ان میں سرفہرست آپ کی بڑی اُمّۃ المؤمنین حضرت خدیجہؓ بنت خویلد، آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ بن قحیل کہانی، آپ کے چوپرے بھائی حضرت علی بن ابی طالب بجو بھی آپ کے زیرِ گفالت پیچے تھے اور آپ کے یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ یہ سب کے سب پہلے ہی دن سلمان ہو گئے تھے یہ اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام کی تبلیغ میں سرگرم ہے۔ یہ جگہ میں قید ہو کر غلام بنایے گئے تھے۔ بعد میں حضرت خدیجہؓ ان کی ماں (راقبِ الحجود پر باغظ) کی

ہو گئے۔ وہ بڑے ہر دلعزیز زرم تھو، پسندیدہ خصال کے حامل با اخلاق اور دریاول تھے، ان کے پاس ان کی مروت، دوراندرشی، تجارت اور حسن صحبت کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت لگی رہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پاس آنے جانے والوں اور اٹھنے بیٹھنے والوں میں سے جس کو قابل اعتماد پایا اسے اب اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی۔ ان کی کوشش سے حضرت عثمان چھتر زیر حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ مسلمان ہوتے۔ یہ بزرگ اسلام کا ہراول دست تھے۔

شرع شروع میں جو لوگ اسلام لائے انہی میں حضرت بلاں عیشی رحمجی ہیں۔ ان کے بعد ایمین امت حضرت ابو عبیدہ عامر بن جراح، ابو شلمہ بن عبد الاسد، ارقم بن ابی الا رقم، عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی قداہر اور عبید اللہ، اور عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد منان، عبیدہ بن زید، اور ان کی بیوی یعنی حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور حبیبہ بن ارث، عبید اللہ بن معود اور دوسرے کئی افراد مسلمان ہوتے۔ یہ لوگ مجموعی طور پر قریش کی تمام مشائنوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ابن ہشام نے ان کی تعداد چالیس سے زیادہ بتائی ہے۔ (دیکھئے ۲۴۵/۲)، لیکن ان میں سے بعض کو سابقین اولین میں شمار کرنا ممکن نظر ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کے بعد مرد اور عورتیں اسلام میں جماعت درجاعت داخل ہوتے۔ یہاں تک کہ کم میں اسلام کا ذکر بھیل گیا اور لوگوں میں اس کا چرچا ہو گیا۔<sup>۳</sup> یہ لوگ چھپ چپا کر مسلمان ہوتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمع ہوتے تھے کیونکہ تبلیغ کا کام ابھی تک انفرادی کی رہنمائی اور دینی تعلیم کے لیے ان کے ساتھ جمع ہوتے تھے کیونکہ تبلیغ کا کام ابھی تک انفرادی طور پر پیس پر دہ پل رہا تھا۔ ادھر سورہ مذکور کی ابتدائی آیات کے بعد وحی کی آمد پورے تسلیم اور گرم رفتاری کے ساتھ جاری تھی۔ اس دور میں چھوٹی چھوٹی آیتیں نازل ہو رہی تھیں۔ ان ایتیں

(یہ توڑ پھلا صفو) ہوتیں اور انہیں رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ اس کے بعد ان کے والد اور چچا انہیں گھر لے جانے کے لیے آئے لیکن انہوں نے باپ اور چچا کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتا پسند کیا۔ اس کے بعد آپ نے عرب کے دستور کے مطابق انہیں اپنا مثبتی دے پاک، بتایا اور انہیں زید بن محمد کہا جانے لگا۔ یہاں تک کہ اسلام نے اس رسم کا خاتمہ کر دیا۔

کافی تر یک ماں قسم کے بڑے پکر شش الفاظ پر ہوتا تھا اور ان میں بڑی سکون بخش اور جاذب قلب نغمگی ہوتی تھی جو اس پر سکون اور رِقتِ امیر فضاء کے عین مطابق ہوتی تھی۔ پھر ان آیتوں میں تذکرہ نفس کی خوبیاں اور آلاتِ ذیل میں لست پت ہوتے کی بلا بیان بیان کی جاتی تھیں اور جنت و جہنم کا نقشہ اس طرح کھینچا جاتا تھا کہ گویا وہ آنکھوں کے سامنے ہیں۔ یہ آیتیں اہل ایمان کو اس وقت کے انسانی معاشرے سے بالحل الگ ایک دوسری ہی فضائی بیکراٹی تھیں۔

نماز ابتداءً جو کچھ نازل ہوا اسی میں نماز کا حکم ہوتا تھا۔ مُعَاویٰ بن سیلمان کہتے ہیں فرض کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

.. وَسَبَّحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ يَا أَعْلَمِي وَالْإِنْبَارِ ۝ ۲۰۱ : ۱۵۵ ..

"صبح اور شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو،"

این جھر کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اور اسی طرح آپ کے صحابہ کرام واقعہ معلج سے پہلے قطعی طور پر نماز پڑھتے تھے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے ایک ایک نماز فرض تھی۔

حارث بن اسامر نے این تہییۃ کے طریق سے موصولاً حضرت زید بن حارثؓ سے پیدا شد روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایداءً جب وحی آئی تو آپ کے پاس حضرت ہبیلؑ تشریف لائے اور آپ کو دھوکا طریقہ سکھایا۔ جب دھوکے فارغ ہوتے تو ایک چٹپاپانی یک شرمنگاہ پر چھینٹا مارا۔ اب این ماجنے بھی اس مفہوم کی حدیث روایت کی ہے۔ بربر بن عازب اور ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ (نماز) اولین فرائض میں سے تھی یہ۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام نماز کے وقت گھاٹیوں میں چلنے جاتے تھے اور اپنی قوم سے چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک بار ابو طالبؑ نے نبی ﷺ اور حضرت علیؓ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ پوچھا اور حقیقت معلوم ہوئی تو کہا کہ اس پر برقرارر ہیں۔<sup>۶</sup>

**قریش کو اجمانی خبر** مختلف واقعات سے ظاہر ہے کہ اس مرحلے میں تبلیغ کا کام اگرچہ انفرادی طور پر چھپ کر کیا جا رہا تھا لیکن قریش کو اس کی سُن گُن لگ چکی تھی۔ البتہ انہوں نے اسے قابل توجہ نہ سمجھا۔

مُحَمَّدٌ مُّكْرَبٌ ہیں کہ یہ خبریں قریش کو پہنچ چکی تھیں، لیکن قریش نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی۔ غالباً انہوں نے محمد ﷺ کو بھی اسی طرح کا کوئی درینی آدمی سمجھا جو الہیت اور حقوقِ الہیت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں۔ جیسا کہ اُمیرَہ بن ابی اصلت اُقْسُ بن سَعْدٍ اور زید بن عُزْدٍ بن فُثیلٍ وغیرہ نے کیا تھا۔ البتہ قریش نے آپ کی خبر کے پھیلاؤ اور اثر کے بڑھاؤ سے کچھ اندریشے ضرور محسوس کئے تھے اور ان کی نگاہیں رفاتِ زمانہ کے ساتھ آپ کے انجام اور آپ کی تبلیغ پر رہنے لگی تھیں ہی۔

تین سال تک تبلیغ کا کام خفیہ اور انفرادی رہا اور ان اہل ایمان کی ایک جماعت تیار ہو گئی جو اخوت اور تعادن پر قائم تھی، اللہ کا پیغام پہنچا رہی تھی اور اس پیغام کو اس کا مقام دلانے کے لیے کوشش تھی۔ اس کے بعد وحیِ الہی نازل ہوتی اور رسول اللہ ﷺ کو مکلفت کیا گیا کہ اپنی قوم کو حکم کھلانے کی دعوت دیں۔ اُنکے باطل سے ٹکرائیں اور ان کے ہمیں کی حقیقت واشکاف کریں۔



## کھلی تبلیغ

**اطهارِ دعوت کا پہلا حکم** اس بارے میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا وَأَنذَرْ  
عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (۲۱: ۲۱) آپ اپنے نزدیک تین قرائیل کو  
کو رعذابِ الہی سے ڈرایتے، یہ سورہ شعرا کی آیت ہے، اور اس سورہ میں سب سے پہلے حضرت  
موئی علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جسے بتایا گیا ہے کہ کس طرح حضرت موئی علیہ السلام کی تبریث کا آغاز ہوا، پھر آخر میں  
انہوں نے بنی اسرائیل سیاست ہجرت کر کے فرعون اور قوم فرعون سے نجات پانی اور فرعون و آل فرعون کو غرق  
کیا گیا، بلطفِ دیگر یہ تذکرہ ان تمام مراحل پُرپُتمیل ہے جن سے حضرت موئی علیہ السلام، فرعون اور قوم فرعون  
کو اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہوئے گزرے تھے۔

میرا خیال ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی قوم کے اندر کھل کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا  
تو اس موقع پر حضرت موئی علیہ السلام کے ولقے کی تفصیل اس لیے بیان کردی گئی تاکہ کھلکھلہ  
دعوت دینے کے بعد جس طرح کی تکذیب اور ظلم و زیادتی سے سایقہ پیش آئے والا تھا اس کا ایک نمونہ  
آپ اور صحابہ کرام کے سامنے موجود رہے۔

دوسری طرف اس سورہ میں پیغمبروں کو جھٹلانے والی اقوام مثلاً فرعون اور قوم فرعون کے  
علاوہ قوم نوح، عاد، ثمود قوم ابراہیم، قوم لوط اور اصحاب الائکیٰ کے انعام کا بھی ذکر ہے۔ اس کا  
مقصد غالباً یہ ہے کہ جو لوگ آپ کو جھٹلانیں انہیں معلوم ہو جائے کہ تکذیب پر اصرار کی صورت میں  
ان کا انعام کیا ہونے والا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قسم کے مواخذے سے دھچار  
ہوں گے نیز اہل ایمان کو معلوم ہو جائے کہ اچھا انعام انہیں کا ہو گا، جھٹلانے والوں کا انہیں  
**قرابتِ داروں میں تبلیغ** بہر حال اس آیت کے نزول کے بعد بنی ﷺ نے پہلا کامہ  
کیا کہ بنی هاشم کو جمع کیا ان کے ساتھ بنی مطلب بن عبد مناف کی بھی ایک جماعت تھی۔ کل پیتا میں آدمی  
تھے، لیکن ابوہبَّہ نے بات پک لی اور بولا: ”دیکھو یہ تمہارے چچا اور چھیرے بھائی ہیں۔ بات  
کرو لیکن نادانی چھوڑ دو اور یہ سمجھو کو کہ تمہارا خاندان سارے عرب سے مقابلے کی تاب نہیں کھتا۔

اور میں سب سے زیادہ حق دار ہوں کہ تمیں پکڑوں پس تھا کہ یہ تھا کہ باب کا خانوادہ ہی کافی ہے۔ اور اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو یہ بہت آسان ہو گا کہ قریش کے سارے قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں اور یقینہ عرب بھی ان کی امداد کریں، پھر میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص اپنے باب کے خانوادے کے لیے تم سے بڑھ کر شرداور تباہی کا باعث ہو گا۔ اس پر نبی ﷺ نے خاموشی اختیار کر لی اور اس مجلس میں کوئی لفظ نہ کی۔

اس کے بعد آپ نے انہیں دوبارہ جمع کیا اور ارشاد فرمایا۔ ساری مدد اللہ کے لیے ہے۔ میں اس کی مدد کرتا ہوں اور اس سے مدد چاہتا ہوں۔ اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لاائق عبادت نہیں۔ وہ نہ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ”ہنما اپنے گھر کے لوگوں سے مجبوٹ نہیں بول سکتا۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی وجود نہیں ہے میں تمہاری طرف خصوصاً اور لوگوں کی طرف عموماً اللہ کا رسول (فرستادہ) ہوں۔ سجندا! تم لوگ اسی طرح موت سے دوچار ہو گے جیسے سو جاتے ہو اور اسی طرح اٹھائے جاؤ گے جیسے سو کر جائے ہو۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اس کے بعد یہ تو ہمیشہ کے لیے جنت ہے یا ہمیشہ کے لیے جہنم۔“

اس پر ابوطالب نے کہا (نہ پڑھو) ہمیں تمہاری معاونت کس قدر پسند ہے! تمہاری نصیحت کس قدر قابل قبول ہے! اور ہم تمہاری بات کس قدر سچی جانتے ملتے ہیں اور یہ تمہارے والد کا خانوادہ جمع ہے۔ اور میں بھی ان کا ایک فرد ہوں۔ فرق اتنا ہے کہ میں تمہاری پسند کی تکمیل کے لیے ان سب سے پیش پیش ہوں، لہذا تمہیں جس بات کا حکم ہوا ہے اسے انجام دو۔ سجندا! میں تمہاری مسلسل حفاظت اعانت کرتا رہوں گا۔ البتہ میری طبیعت عبد الظلل کا درج چھوڑنے پر راضی نہیں۔

ابوالہب نے کہا: خدا کی قسم یہ برائی ہے۔ اس کے ہاتھ دسروں سے پہلے تم لوگ خود ہی پکڑو۔ اس پر ابوطالب نے کہا: خدا کی قسم جب تک جان میں جان ہے۔ ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

**کوہ صفا پر** جب نبی ﷺ نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ کے دران ابوطالب ان کی حمایت کریں گے تو ایک روز آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر یہ کوہ

لکھا: یا صبا حاہ رہتے چھج لای پھار مُن کر قریش کے قبائل آپ کے پاس جمع ہو گئے اور آپ نے انہیں لئے فقرہ سرمهش<sup>۸۶</sup> از ابن الاشر۔ لئے اہل عرب کا دستور تا کہ دشمن کے ہاتھ سے آگاہ رکن کی پیشی بند معامل پر پورہ کر انہیں الغافل سے پکارتے تھے۔

خدا کی توحید اپنی رسالت اور بیوں آنحضرت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ اس واقعے کا ایک ملکہ صحیح بخاری  
میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ،

جَبْ وَأَنْذِرْ عَثَيْرَ تَكَ الْأَقْرَبِينَ نَازِلٌ هُوَيَ تُوبَنِي ﷺ نَفْرَةً صَفَارِيْرَ حَطَّهُ  
کر بُطُونَ قَرِيشَ کو آوازِ لگانی شروع کی اے بنی فہرہ اے بنی عدی! ایہاں تک کہ سب کے سب اکھا  
ہو گئے جتنی کہ اگر کوئی آدمی خود نبھا سکتا تھا تو اس نے اپنا ماصدِ صحیح دیا کہ دیکھے معاملہ کیا ہے؟ غرض  
قریش آگئے۔ ابو ہب بھی آگیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: تم لوگ یہ بتاؤ! اگر میں یہ خبر دوں کہ ادھر  
ادی میں شہسواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر چھاپ مارنا پاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟  
لوگوں نے کہا، ہاں! ہم نے آپ پر بھی کا تجربہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا، تو میں تمہیں ایک سخت  
عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس پر ابو ہب نے کہا، تو میں دن غارت ہو تو نہیں  
اسی لیے جمع کیا تھا۔ اس پر سورہ تہذیت یہ آئی تھی نازل ہوئی ابو ہب کے دونوں ہاتھ غارت ہوں اور وہ خود غارت ہو یا  
اس واقعے کا ایک اور حکم امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابو ہب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وَهُكَيْتَ يَوْمَ كَهْبَ آيَتْ وَأَنْذِرْ عَثَيْرَ تَكَ الْأَقْرَبِينَ نَازِلٌ هُوَيَ تُوبَنِي ﷺ  
نَفْرَةً مُجَاهِرَ لَهَايَ بِهِنْمَارِ عَامِ بَحْرِيَّ اُورْ خَاصِ بَحْرِيَّ۔ آپ نے کہا اے جماعت قریش! اپنے آپ کو جہنم سے  
بچاؤ۔ اے بنی کعب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ اے مُحَمَّد کی بیٹی فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے  
بچا کیونکہ میں تم لوگوں کو اللہ (کی گرفت) سے (بچانے کا) کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔ البتہ تم لوگوں سے  
نسب و قرابت کے تعلقات ہیں جنہیں میں باقی اور تزویز رکھنے کی کوشش کروں گا۔  
یہ باغہب درا فایرت تبلیغ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریب ترین لوگوں پر واضح کر دیا  
تھا کہ اب اس رسالت کی تصدیق ہی پر تعلقات موقوف ہیں اور جس نسلی اور قیامتی عصوبیت پر عرب  
قائم ہیں وہ اس خدائی انذار کی حرارت میں سچھل کر ختم ہو چکی ہے۔

**حق کا و اسکاف اعلان اور شرکیں کا ری عمل** [اس اواز کی گونج ابھی تکے کے اطراف  
میں سنائی ہی دے رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ

کا ایک اور حکم نازل ہوا:

فَاصْدَعْ بِمَا ثُمِرْ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ (۹۲: ۱۵)

”آپ کو جو حکم علاوہ اسے کھول کر زیان کر دیجئے اور مشرکین سے رُخ پھیر لیجئے ۔“

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے شرک کے خرافات و باطیل کا پردہ چاک کرنا اور بتوں کی حقیقت اور قدر و قیمت کو واشگاٹ کرنا شروع کر دیا۔ آپ مثالیں دے دی کہ سمجھاتے کہ کیونقدہ عابز و ناکارہ ہیں اور دلائل سے واضح فرماتے کہ جو شخص انہیں پوچھتا ہے اور ان کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بناتا ہے وہ کس قدر تکلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

لکھ، ایک ایسی آواز سن کر جس میں مشرکین اور بت پستوں کو گمراہ کہا گیا تھا، احساس غضب سے پھٹ پڑا۔ اور شدید غم و غصہ سے یوچ و تاب کھانے لگا، گویا بھلی کا کڈ کا تھا جس نے پریکون فضا کو بلا کر رکھ دیا تھا۔ اسی لیے قریش اس اپنا تک پھٹ پڑنے والے ”انقلاب“ کی جڑ کھلتے کے لیے انھوں کھڑے ہوئے کہ اس سے پُشتنی رسم و رواج کا صفائیا ہوا چاہتا تھا۔

قریش انھوں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ غیر اللہ کی اُلوہیت کے انکار اور رسالت و آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس رسالت کے حوالے کر دیا جائے اور اس کی بے چون وچرا اطاعت کی جائے، یعنی اس طرح کہ دوسرا تو در کار خود اپنی جان اور اپنے مال تک کے بارے میں کوئی اختیار نہ ہے اور اس کے معنی یہ تھے کہ مکداہوں کو دینی رنگ میں اہل عرب پر جو بڑائی اور سرداری حاصل تھی اس کا صفائیا ہو جائے گا اور اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے مقدم میں انہیں اپنی مرضی پر عمل پیرا ہونے کا اختیار نہ رہے گا، یعنی نچلے طبقے پر انہوں نے جو مظالم روا رکھے تھے۔ اور صبح و شام جن بڑائیوں میں لٹ پٹ رہتے تھے۔ ان سے دستکش ہوتے ہی بنے گی۔ قریش اس مطلب کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے اس لیے ان کی طبیعت اس ”رسو اکن“ پوزیشن کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھی، لیکن کسی شرف اور خیر کے پیش نظر نہیں۔ بلّ یُرِيدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ۝ (۱۵) بلکہ اس لیے کہ انسان چاہتا ہے کہ آئندہ بھی بڑائی گتار ہے۔

قریش یہ سب کچھ سمجھ رہے تھے لیکن مشکل یہ آن پڑی تھی کہ ان کے سامنے ایک ایسا شخص تھا جو صادق و امین تھا ان فی اقدار اور مکار میں اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھا اور ایک طویل عرصے سے انہوں نے اپنے آبا و اجداد کی تاریخ میں اس کی نظیر نہ دیکھی تھی اور نہ سُنی۔ آخر اس کے بال مقابل کریں تو کیا کہیں قریش حیران تھے اور انہیں واقعی حیران ہونا چاہیے تھا۔

کافی غور و خوض کے بعد ایک راستہ سمجھ میں آیا کہ آپ کے چچا ابو طالب کے پاس جائیں

اور مطالبہ کریں کہ وہ آپ کے کام سے روک دیں۔ پھر انہوں نے اس مطلبے کے تحقیقتوں واقعیت کا جامہ پہنانے کے لیے یہ دلیل تیار کی کہ ان کے معبدوں کو چھوڑنے کی دعوت رہتا اور یہ کہنا کہ معبد نفع و نقصان پہنچانے یا اور کچھ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو تحقیقت ان معبدوں کی سخت توہین اور بہت بڑی گالی ہے اور یہ ہمارے ان آباء اجداد کو احمد اور گمراہ قرار دینے کے بھی سہم معنی ہے جو اسی دن پر گزر چکے ہیں۔ قریش کوئی راستا بھجو میں آیا اور انہوں نے بڑی تیزی سے اس پر چلا شروع کر دیا۔

**قریش ابوطالب کی خدمت میں** | ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اشراف قریش سے چند آدمی ابو طالب کے پاس گئے اور یہ لے: ”لے ابو طالب! آپ کے بھتیجے نے ہمارے خداوں کو یہ اجملہ کہا ہے، ہمارے دین کی عیوب پیشی کی ہے، ہماری عقولوں کو حماقت زدہ کہا ہے، اور ہمارے باپ داد کو گمراہ قرار دیا ہے۔ لہذا یا تو آپ انہیں اس سے روک دیں، یا ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جائیں کیونکہ آپ بھی ہماری ہی طرح ان سے مختلف دن پر ہیں۔ ہم ان کے معاملے میں آپ کے لیے بھی کافی رہیں گے۔“

اس کے جواب میں ابو طالب نے زم بات ہی اور رازدارانہ لب دہبی اختیار کیا۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ کے لیے سایقد طریقے پر رواں دواں رہتے ہوئے اللہ کا دین پہیلانے اور اس کی تبلیغ کرنے میں مصروف رہے۔

**حُجَّاجُ كُو رُكْنَتُ كَيْلَےِ مَحْلِسِ شُورَى** | ان ہی دنوں قریش کے سامنے ایک اور مشکل آنکھی سمجھتے تھے کہ نبی ﷺ کے متعلق کوئی ایسی بات کہیں کہ جس کی وجہ سے اہل عرب کے دلوں پر آپ کی تبلیغ کا اثر نہ ہو۔ چنانچہ وہ اس بات پر گفت و شنید کے لیے ولید بن مغیرہ کے پاس کٹھے ہوئے۔ ولید نے کہا اس بارے میں تم سب لوگ ایک راتے اختیار کر لتم میں باہم کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیے کہ خود تمہارا ہی ایک آدمی کی تنگیزیب کر دے اور ایک کی بات دوسرے کی بات کو کاٹ دے۔ لوگوں نے کہا آپ ہی کہتے۔ اس نے کہا، نہیں تم لوگ کہو، میں سنوں گا۔ اس

پرچم دلگوں نے کہا، ہم کہیں گے وہ کاہن ہے۔ ولید نے کہا، نہیں بخدا وہ کاہن نہیں ہے، ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ اس شخص کے اندر نہ کاہنوں صیبی لگنا ہٹ ہے۔ مذاں کے صیبی تافیہ کوئی اور تجھ بندی۔

اس پر لوگوں نے کہا، تب ہم کہیں گے کہ وہ پاگل ہے۔ ولید نے کہا، نہیں، وہ پاگل بھنیں۔ ہم نے پاگل بھی دیکھے ہیں اور ان کی کیفیت بھی۔ اس شخص کے اندر پاگلوں صیبی ذم گھٹنے کی کیفیت اور الٹی سیدھی حرکتیں ہیں اور ان کے جیبی بہکی بہکی باتیں۔

لوگوں نے کہا، تب ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا وہ شاعر بھی نہیں۔ ہمیں زخم، ہجز، قریض، مقبوض، مبسوط سارے ہی اصنافِ سخن معلوم ہیں۔ اس کی بات بہر حال شعر نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا، تب ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔ ولید نے کہا، شخص جادوگر بھی نہیں۔ ہم نے جادوگر اور ان کا جادو بھی دیکھا ہے، شخص نہ تو ان کی طرح جھاڑ پھوٹ کرتا ہے نہ کہ لگاتا ہے۔ لوگوں نے کہا، تب ہم کیا کہیں گے؟ ولید نے کہا، خدا کی قسم اس کی بات بڑی شیری ہے۔ اس کی بڑی پایدار ہے اور اس کی شاخ چلدار تم جو بات بھی کہو گے لوگ اسے باطل سمجھیں گے لبته اس کے بارے میں سب سے مناسب بات یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ جادوگر ہے۔ اس نے ایسا کلام پیش کیا ہے جو جادو ہے۔ اس سے ہاپ بیٹھے، جہانی جہانی، شوہر ہیوی اور کنپے قبیلے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔ بالآخر لوگ اسی تجویز پر مستحق ہو کر دہاں سے رخصت ہوتے یہ

بعض روایات میں یہ تفصیل بھی مذکور ہے کہ جب ولید نے لوگوں کی ساری تجویزیں روک دیں تو لوگوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اپنی بے داغ راستے پیش کیجئے۔ اس پر ولید نے کہا: ذرا سوچ لینے دو۔ اس کے بعد وہ سوچتا رہا سوچتا رہا یہاں تک کہ اپنی مذکورہ بالا راستے ظاہر کی یہے اسی معلمے میں ولید کے متعلق سورہ مذکورہ کی سولہ آیات (۲۴ تا ۴۰) نازل ہوئیں جن میں سے چند آیات کے اندر اس کے سوچنے کی کیفیت کا نقشہ بھی کھینچا گیا چنانچہ اشارہ ہوا:

إِنَّهُ فَكَرَ وَقَدَرَ لِفَقْتِلَ كَيْفَ قَدَرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكَبَرَ ۝ فَقَالَ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثِرُ ۝ إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝

(۴۰:۲۵-۴۷)

”اس نے سوچا اور اندازہ لگایا۔ وہ غارت ہو۔ اس نے لیا اندازہ لگایا، پھر غارت ہواں نے کیسا اندازہ لگایا؟ پھر نظر دوڑائی۔ پھر پیشانی سکرٹری اور منہ بسوار۔ پھر پیش اور تکریبیا۔ آخر کار کہ کیرن زرالا جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آ رہا ہے۔ یہ محض انسان کا کلام ہے“

بہر حال یہ قرارداد طے پاچکی تو اسے جامِ عمل پہنانے کی کا تروانی شروع ہوتی۔ کچھ کفار مکمل عازمین حج کے مختلف راستوں پر پیٹھ گئے اور ہاں سے ہرگزرنے والے کو آپ کے ”خطرے“ سے آگاہ کرنے ہوئے آپ کے متعلق تفصیلات بتانے لگے۔

اس کام میں سب سے زیادہ پیش پیش ابوالہبیث تھا۔ وہ حج کے لیام میں لوگوں کے دریوں اور عکاظ، مجنة اور ذوالمحاجز کے بازاروں میں آپ کے پیچھے پیچھے لگا رہتا۔ آپ اللہ کے دین کی تبلیغ کرتے اور ابوالہبیث پیچھے پیچھے یہ کہتا کہ اس کی بات دنانتا یہ جھوٹا بد دین ہے۔<sup>۹</sup> اس دوڑ دھوپ کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس حج سے اپنے گھروں کو واپس ہونے تو ان کے علم میں یہ بات آپکی تھی کہ آپ نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور یوں ان کے ذریعے پورے دیارِ عرب میں آپ کا چھر چاپھیل گیا۔

محاذ آرائی کے مختلف انداز اجب قریش نے دیکھا کہ محمد ﷺ کو تبلیغ دین سے روکنے کی حکمت کا گر نہیں ہو رہی ہے تو ایک بار پھر انہوں نے غور و خوض کیا اور آپ کی دعوت کا قلع قمع کرنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کئے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ ہنسی، ٹھٹھا، تحقیر، استہزاء اور تنکریب۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو بد دل کر کے ان کے حوصلے توڑ دیتے جائیں۔ اس کے لیے مشرکین نے نبی ﷺ کو نار و اتھمتوں اور زیوہوں گالیوں کا اشانہ بنایا۔

چنانچہ وہ کبھی آپ کو پاگل کہتے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نَزَّلَ عَلَيْكَ الذِكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝ (۶:۱۵)

”ان کفار نے کہا کہ لے دشمن جس پر قرآن نازل ہوا تو یقیناً پاگل ہے۔“

اور کبھی آپ پر جادو گر اور جھوٹے ہونے کا الزام لگاتے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكُفَّارُ هَذَا سِحْرٌ كَذَابٌ (٢٨: ٣٠)

"انہیں حرمت ہے کہ خود انہیں میں سے ایک ڈرائیور لا آیا اور کافرین کہتے ہیں کہ یہ جادو گیر ہے جھوٹلے ہے"

یہ کفار آپ کے آگے بچھے رُغضب ہنستہ نگاہوں اور بھڑکتے ہوئے چذبات کے ساتھ

چلتے تھے۔ ارشاد ہے:

وَإِن يَكُادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُنْلُوِنَكَ بِأَنْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الْذِكْرَ  
وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لِمَجْنُونٌ ۝ (٦٨:٥١)

”اور جب کفار اس قرآن کو سنتے ہیں تو آپ کو ایسی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ گھوآئے کچے قدم اکھاڑ دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ یقیناً پاگل ہے۔“

اور جب آپ کسی جگہ تشریف فراہوتے اور آپ کے ادگرد کمر، درا و مظلوم صحابہ کرام موجود ہوتے تو انہیں دیکھ کر مشرکین اشہزاد کرتے ہوئے کہتے:

..أَهْوَلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِ مِنْ بَشَرٍ (٥٣١٦)

“اچھا! یہی حضرات ہیں جن پر اللہ نے ہمارے دوستیان سے احسان فرمایا ہے!“

جو یا اللہ کا ارشاد ہے:

أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمُ بِالشَّكَرِنَ ○ (٥٣١٦)

دکی اللہ شکر گزاروں کو سب سے زیادہ نہیں چاہتا!“

عام طور پر مشرکین کی کیفیت وہی تھی جس کا نقصہ ذیل کی آیات میں کھینچا گیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الظَّالِمِينَ أَمْنُوا يَضْحَكُونَ ۝ وَإِذَا مَرُوا  
بِهِمْ يَتَعَافَّوْنَ ۝ وَإِذَا نَقْلَبُوا إِلَيْهِمْ أَنْقَلَبُوا فَكَيْفَ هُمْ ۝ وَإِذَا رَأَوْهُمْ  
فَالْقُولُوا إِنَّهُؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ۝ وَمَا أَرْسَلُوا عَلَيْهِمْ حِفْظِينَ ۝ (٨٣ : ٢٩-٣٢)

”جو مجرم تھے وہ ایمان لاتے والوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ اور جب ان کے پاس سے گذرتے تو آنکھیں مارتے تھے اور جب اپنے گھروں کو پہنچتے تو لطف اندر ہوتے ہوئے پہنچتے تھے۔ اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے کہ یہی گمراہ ہیں، حالانکہ وہ ان پر نگران بنائکرہنیں بچھے گئے تھے یہ“

۲) معاذ آرائی کی دوسری صورت اسپ کی تعلیمات کو منع کرنا شکر کشیہات پیدا کرنا جھوٹا

پروپیگرڈ کرنے والی تعلیمات سے لے کر شخصیت ہمکاروں کو وابستہ اور ایسا سب

اس کثرت سے کرنا کہ عوام کو آپ کی دعوت و تبلیغ پر خود کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ چنانچہ پیر کین قرآن کے متعلق کہتے تھے،

.. أَسَاكِطِينُ الْأَوَّلِينَ أَحْكَمْتَهُمَا فِيْ مُنْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ (۵:۲۵)

”یہ ہلوں کے افانے ہیں جنہیں آپ نے لکھوا یا ہے۔ اب یہ آپ پر صبح و شام تلاوت کئے جاتے ہیں“

.. إِنْ هَذَا إِلَّا إِفْلُقٌ أَفْتَرَهُ وَأَعْنَاهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ أَخْرُونَ ۝ (۹:۲۵)

”یہ بعض جھوٹ ہے جسے اس نے گھوڑا یا ہے اور کچھ دمرے لوگوں نے اس پر اس کی اعات کی ہے“

پیر کین یہ بھی کہتے تھے کہ

.. إِنَّمَا يُعَذِّلُهُ بَشَرٌ ۝ (۱۰۳:۱۶)

یہ قرآن تو آپ کو ایک انسان سمجھاتا ہے“

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر ان کا اعتراض یہ تھا:

.. مَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۝ (۷:۲۵)

یہ کیا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے۔ اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے!

قرآن شریف کے بہت سے معتقات پر پیر کین کا رذہ بھی کیا گیا ہے کہیں اعتراض نقل کر کے اور کہیں نقل کے بغیر۔

۳۔ محادیاتی کی تیسری صورت اپیلوں کے واقعات اور افانوں سے قرآن کا مقابلہ

چنانچہ نظر بن حارث کا واقعہ ہے کہ اس نے ایک بار قریش سے کہا: ”قریش کے لوگو! خدا کی قسم تم پر ایسی افتادگان پڑی ہے کہ تم لوگ اب تک اس کا کوئی تورٹ نہیں لائے۔ محمدؐ تم میں جوان تھے تو تمہارے سب سے پہنچیدہ آدمی تھے۔ سب سے زیادہ پچھے اور سب سے بڑھ کر امامت دار تھے۔

اب جبکہ ان کی کپٹیوں پر سفیدی دکھائی پڑتی کہے ریعنی ادھیر طہور چلے ہیں (اور وہ تمہارے پاس کچھ باتیں لے کر آتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ وہ جادوگر ہیں! نہیں بخدا وہ جادوگر نہیں۔ ہم نے جادوگر دیکھے ہیں۔ ان کی جھاڑ بچڑک اور گرہ بندی بھی بیٹھی ہے۔ اور تم لوگ کہتے ہو وہ کاہن ہیں۔ نہیں!

بحدا وہ کام بھی نہیں۔ ہم نے کام بھی دیکھی ہیں، ان کی اُٹی سیدھی حکمتیں بھی دیکھی ہیں اور ان کی فقرہ بندراوں بھی نہیں۔ تم لوگ کہتے ہو وہ شاعر ہیں۔ نہیں بحدا وہ شاعر بھی نہیں، ہم نے شعر بھی دیکھا ہے اور اسکے ساتھ صفات، بھروسہ، رجڑ، دغیرہ نہیں ہیں۔ تم لوگ کہتے ہو وہ پاگل ہیں۔ نہیں، بحدا وہ پاگل بھی نہیں، ہم نے پاگل پن بھی دیکھا ہے۔ یہاں مذکور طرح کی گھٹٹن ہے نذری بہکی بہکی باتیں اور نہ ان کے بیسی فریب کارانہ گھٹکو۔ قوش کے لوگوں اسوجہ اخدا کی قسم تم پر زیر دست افاد آن پڑی ہے۔ اس کے بعد نظر بن حارث بھرہ گیا، وہاں بادشاہوں کے واقعات اور رسم و اسناد بیار کے حصے یکھے۔ پھر واپس آیا تو جب رسول اللہ ﷺ کسی جگہ بیٹھ کر اللہ کی باتیں کرتے اور اس کی گرفت سے لوگوں کو ڈالتے تو آپ کے بعد شخص وہاں پہنچ جاتا اور کہتا کہ بحدا! محمد کی باتیں مجھ سے بہتر ہیں۔ اس کے بعد وہ فارس کے بادشاہوں اور رسم و اسناد بیار کے حصے سناتا پھر کہتا ہے: آخر کس بنا پر مغل کی باتیں مجھ سے بہتر ہیں۔ ابن عباس کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نفر نے چند لونڈیاں خرید رکھی تھیں اور جب وہ کسی آدمی کے متعلق سنتا کہ وہ نبی ﷺ کی طرف مائل ہے تو اس پر ایک اندھی سلط کروتیا، جو اسے کھلاتی پلاتی اور گلنے ساتی بیان کر کہ اسلام کی طرف اس کا جھکاؤ باقی نہ رہ جاتا اسی سلسلے میں یہ ارشاد الہی نازل ہوا ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرَكُ بِهِ لَهُ الْحَدِيثُ لِيُضْلِلَ عَزْسَنِيلَ اللَّهِ .. (۶:۳۱)

”کچھ لوگ لیے ہیں جو کمیل کی بات خریدتے ہیں تاکہ اللہ کی ماہ سے جھٹکا دیں“ (۶۱-۶۰)

۳۔ محاذا رائی کی چوتھی صورت | سو دے بازیاں جن کے ذریعے مشرکین کی یہ کوشش سے جا طیں یعنی کچھ لو اور کچھ د کے اصول پر اپنی بعض باتیں مشرکین چھوڑ دیں اور بعض باتیں نبی ﷺ کو چھوڑ دیں۔ قرآن پاک میں اسی کے متعلق ارشاد ہے:

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝ (۹۹:۶۸)

”وہ پاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں“

چنانچہ ابن جریر اور طبرانی کی ایک روایت ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو یہ تجویز

پیش کی کہ ایک سال آپ ان کے معبودوں کی پوجا کیا کریں اور ایک سال وہ آپ کے رب کی عبادت کیا کریں گے۔ عند بن حمیند کی ایک روایت اس طرح ہے کہ مشرکین نے کہا اگر آپ ہمارے معبودوں کو قبول کر لیں تو ہم بھی آپ کے خدا کی عبادت کریں گے یہ

ابن اسحاق کا پیمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ انسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیز، ولید بن نغیرہ، امیرہ بن علیت اور عاص بن واصل شہنی آپ کے سامنے آئے یہ سب اپنی قوم کے بڑے لوگ تھے۔ بوئے ایسے مخدلاً اور جسے تم پوچھتے ہو اسے ہم بھی پوچھیں۔ اور جسے ہم پوچھتے ہیں اسے تم بھی پوچھو۔ اس طرح ہم اور تم اس کام میں شترک ہو جائیں۔ اب اگر تمہارا معبود ہمارے معبود سے بہتر ہے تو ہم اس سے اپنا حصہ حاصل کر چکے ہوں گے اور اگر ہمارا معبود تمہارے معبود سے بہتر ہو تو تمہارے اپنا حصہ حاصل کر چکے ہو گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پوری سورہ قُلْ يَا أَيُّهُمَا الْكَفِرُونَ ۝ نازل فرمائی، جس میں اعلان کیا گیا کہ جسے تم لوگ پوچھتے ہو اسے میں نہیں پوچھ سکتا ۝ اور اس فیصلہ کو جواب کے ذریعے ان کی مضطہ خیر گفت و شنید کی جڑ کاٹ دی گئی۔ روایتوں میں اختلاف غالباً اس لیے ہے کہ اس سودے بازی کی گوشش پاریا کی گئی۔

**ظلہ وجود** سخنہ نبوت میں جب پہلی بار اسلامی دعوت منظر عام پر آئی تو مشرکین نے اسے دلنے کے لیے وہ کارروائیاں انجام دیں جن کا ذکر اور پرگذر چکا ہے۔ یہ کارروائیاں تھوڑی تھوڑی اور درجہ بدرجہ عمل میں لائی گئیں اور مفتوح بلکہ ہمیں مشرکین نے اس سے آگے قدم نہیں بڑھایا اور ظلم و زیادتی شروع نہیں کی یعنی جب ویکھا کہ یہ کارروائیاں اسلامی دعوت کی راہ روکنے میں موقوف شافت نہیں ہو رہی ہیں تو ایک بار پھر جمع ہوتے اور ۲۵ سردار ایں قریش کی ایک کمیٹی تشکیل دی جیں کا سربراہ رسول اللہ ﷺ کا چچا ابوالہب تھا۔ اس کمیٹی نے باہمی مشورے اور غور و خوض کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کرام کے خلاف ایک فیصلہ کن قرارداد منظور کی۔ یعنی یہ طے کیا کہ اسلام کی مخالفت پر غیر اسلام کی ایذار سافی اور اسلام لانے والوں کو طرح طرح کے جو رو تھم اور ظلم و تقدیر کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر اٹھانے رکھی جائے یہ